مولانا عبدالشکور ترمذی ساہی وال ضلع سرگودھا

تلخیص و انتخاب از ترجمان السنۃ

مقام رسول صلی اللہ علیہ وسلم

قسط ۲

کتاب و سنت کی روشنی میں

انبیاء علیہم السلام کی بشریت کا عقیدہ بنیادی اور تمام شرائع اور ملل کا اجماعی مسئلہ ہے۔ یہی وہ عقیدہ تھا جو ابتدا میں اولادِ آدم کو بنیادی طور پر بتلایا گیا تھا۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یبنی آدم اما یاتینکم رسل منکم یقصون علیکم آیاتی فمن اتقی و اصلح فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔

اے اولادِ آدم اگر تمہارے پاس تمہیں میں سے سچے رسول آئیں جو تمہارے سامنے ہماری آیتیں پڑھ پڑھ کر سنائیں۔ تو جو تقویٰ کی راہ اختیار کرے اور نیک رہے تو ان پر نہ کوئی خوف و ہراس اور نہ کوئی غم۔

آیت بالا سے صاف واضح ہے کہ عالم کی ابتدا میں جن باتوں کی اولاد آدم کو بنیادی طور پر تعلیم دی گئی تھی ان میں ایک بعثت رسول، دوم رسولوں کے انسان ہونے کا عقیدہ تھا، بلکہ قرآن کریم نے جابجا بعثت کے ساتھ رسولوں کے انسان ہونے کو ایک مستقل انعام قرار دیا ہے۔ ارشاد ہے:

لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم۔

یہاں امتنان و احسان کے موقع میں منجملہ اور باتوں کے تین امور کو بالخصوص نمایاں کیا گیا ہے بعثت رسول، پھر اس انعام کے لئے سرزمین عرب کا انتخاب، اور سب سے بڑھ کر اس رسول کا انسان ہونا، — حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب بنی اسماعیل میں ایک نبی کے لئے دعا فرمائی تو انہوں نے بھی اس اہم نقطہ کو فراموش نہیں کیا اور اپنی دعا میں فرمایا:

ربنا وابعث فیھم رسولا منھم۔

پھر جب اس دعا مستجاب کے ظہور کا وقت آیا تو دعاء خلیل میں لفظ "منھم" کی استجابت کو مزید تاکید کے ساتھ لفظ من انفسھم۔ سے ذکر کیا گیا۔ یعنی اس رسول کو انسانوں میں تو بھیجا ہی تھا۔ مگر ان

میں بھی جس سے انہیں قریب تر علاقہ ہو سکتا تھا ان میں بھیجا ہے۔ انسانوں میں عرب، عربوں میں قریشی اور قریش میں ہاشمی بنایا مگر ان چند در چند خصوصیات کے باوجود پھر وہ ایک انسان ہی رہا۔ اور اس تمام سلسلہ میں جو حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو جاتا ہے۔ کوئی بھی رسول ایسا نہیں تھا جو انسان نہ ہوتا۔

قرآنی مسئلہ | ثابت ہوا کہ انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بشریت کا مسئلہ صرف حدیثی مسئلہ نہیں ہے بلکہ یہ مسئلہ قرآنی بھی ہے۔ قرآنِ کریم نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بشریت کے مسئلہ کو جا بجا مسلّمات اور بدیہیات کی طرح پیش کیا ہے۔

قاضی عیاض مالکیؒ | قاضی عیاض مالکیؒ نے جو تعظیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بڑا بلند مذاق رکھتے ہیں۔ اپنی تصنیف "الشفا" میں مسئلہ عصمت پر بحث کرتے ہوئے آخر میں بڑی وضاحت اور تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ کہ رسولؐ یقیناً معصوم ہوتے ہیں۔ مگر بشریت سے معصوم نہیں ہوتے۔ وہ بشر کی طرح پیدا ہوتے ہیں۔ اور انسانی زندگی کے جملہ ادوار طفلی، شباب، اور شیخوخت سب سے عبور کرتے ہوئے آخر میں اسی طرح زیرِ زمین مدفون ہو جاتے ہیں جیسا کہ جنس بشر ہمیشہ سے مدفون ہوتی چلی آئی ہے۔

عقلی مسئلہ | جب تمام مخلوقات میں بشر ہی سب سے افضل اور سب سے اشرف مخلوق ہے تو پھر انبیاء اور رسولوں کی بشریت کا انکار کر کے آخر ان کو اور کس مخلوق میں شامل کیا جائے گا۔ یہ تو ظاہر ہے کہ خالق کی جانب میں تو کسی امر میں بھی شرکت کی گنجائش نہیں نہ اس کی ذات میں نہ اس کی صفات میں، پھر خالق سے ہٹ کر مخلوق کا ہی دائرہ ہے، اس میں سب سے بڑھ کر افضل و اشرف یہی نوع انسانی ہے۔ اس کو رب العزت نے اپنی خلافت کے اعزاز کے لئے منتخب فرمایا ہے۔ اگر انبیاء علیہم السلام اس اشرف نوع سے خارج کر دئے جائیں تو پھر اور کونسی نوع میں ان کو داخل کیا جائے گا۔؟

بشریت کا مطلب | انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بشر ضرور ہوتے ہیں، مگر اس کا یہ مطلب سمجھنا بھی صحیح نہیں ہے کہ وہ بالکل ایسے ہی بشر ہوتے ہیں جیسے کہ عام بشر ہوا کرتے ہیں۔ اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام بشر ہوتے ہوئے عام بشر سے اتنے ممتاز بھی ہوتے ہیں کہ اگر بیک وقت دونوں پر نظر ڈالی جائے تو یوں معلوم ہونے لگتا ہے کہ گویا وہ علیٰحدہ علیٰحدہ دو صنفوں کے افراد ہیں۔ متنبّی شاعر نے ایک ہی صنف میں اشتراک کے باوجود ان کے افراد میں امتیاز کی معقولیت کو کیا خوب انداز سے ادا کیا ہے ؎

فان تفق الانام وانت منھم　　فان المسک بعض دم الغزال

اے ممدوح اگر تو مخلوق میں شامل ہو کر پھر ان سب پر فوقیت رکھتا ہے تو اس میں تعجب کی بات کیا ہے آخر مشک بھی تو اسی ہرن کے خون کا ایک حصہ ہوتا ہے لیکن پھر ان دونوں میں کیا نسبت وہ متعفن اور یہ معطر وہ ناپاک اور یہ پاک، پس اسی طرح انبیاء علیہم السلام بھی نفس بشریت میں گو سب انسانوں کے ساتھ شریک ہوتے ہیں۔ لیکن پھر ان سے مشک کی طرح ممتاز بھی ہوتے ہیں، صرف اپنی سیرت میں ہی نہیں بلکہ اپنے جسم و جوارح میں بھی اور ان کے خواص میں بھی دوسرے انسانوں سے وہ ممتاز ہوتے ہیں۔

امام رازی کا ارشاد | امام رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام جسطرح عام بشر سے اپنی روحانی قوتوں میں ممتاز ہوتے ہیں، اسی طرح جسمانی طاقتوں قوت سامعہ، باصرہ، شامہ، اور ذائقہ میں ممتاز ہوتے ہیں۔ (کبیر ص ۵۵ ج ۴)

عالم کے اندر قدرتی تفاوت و تفاضل | عالم میں قدرت نے مختلف انواع اور انواع میں مختلف اصناف پھر اصناف میں مختلف استعداد کے افراد پیدا فرمائے ہیں۔ دیکھئے نباتات، حیوانات، اور انسان، یہ مختلف انواع ہیں، اور ہر عاقل جانتا ہے کہ ان انواع میں کتنا فرق ہے۔ جمادات بالکل بے حس و شعور نظر آتے ہیں، نباتات یہاں کچھ ان سے پیش گام ہیں اور حیوانات کچھ کچھ ادراک و علم سے بھی فیضیاب معلوم ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب آخری نوع انسان کا نمبر آتا ہے۔ تو اس کے شعور و حس علم و ادراک کے سامنے دوسری انواع ایک ذرہ بے مقدار نظر آتی ہیں۔ مگر کیا اسکی برتری کی وجہ سے دوسری انواع کے ساتھ اس کی مخلوقیت میں شرکت سے کوئی شخص انکار کر سکتا ہے؟ اسی طرح اگر اصناف پر غور کیا جائے تو معمولی پتھر بھی ایک پتھر ہے۔ اور لعل و جواہرات بھی پتھر ہی ہیں۔ گھاس بھی ایک نبات ہے اور گیہوں بھی۔ اسی طرح گدھا بھی ایک جانور ہے۔ اور گھوڑا بھی مگر کیا اس اشتراک کی وجہ سے یہ کہنا درست ہوگا کہ یہ سب اصناف برابر ہیں ان میں باہم کوئی تفاضل نہیں اسی طرح اب اگر ہر صنف کے افراد پر غور کیا جائے تو ہر صنف کے افراد میں بھی فضل و قیمت کا اتنا بڑا تفاوت نظر آئے گا کہ اس کا ضبط و احصار مشکل ہے، لعل و جواہر کی قیمتوں کے تفاوت پر غور کیا جائے۔ اسی طرح حیوانات میں گھوڑے کی صنف کے افراد کی قیمتوں پر غور کیا جائے تو فضیلت کے اتنے درجات نظر آئیں گے کہ صنفی اشتراک کے بعد بھی ان میں گویا کوئی اشتراک ہی نہیں ہے۔

نوع انسانی کے افراد میں تفاوت | اسی طرح نوع انسانی کا حال ہے۔ بلکہ یہ نوع جتنی شریف تر

ہے۔ اس کے افراد میں تفاوت بھی اتنا ہی بے اندازہ ہے۔ کافر بھی انسان ہی کا فرد ہے اور مسلم بھی، پھر مقبولین کے افراد کو اگر مجملاً ضبط کیا جائے تو قرآن کریم کے الفاظ میں وہ چار طائفہ ہیں، انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین، ان کے درمیان فضائل و کمالات میں بے انداز تفاوت ہے۔ پھر یہی حال ان میں سے ہر طائفہ کا ہے، اس لئے کسی صنف یا نوع کے افراد میں ان کے باہم تفاضل کا انکار کرنا نہ تو یہ حقیقت پر مبنی ہے۔ اور نہ ہی ان کے تفاضل کا اقرار کر کے ان کے صنفی یا نوعی اشتراک کا انکار کرنا یہ علم کی بات ہے۔

اب جس فریق نے انبیاء علیہم السلام کے امتیازات اور فضائل کا باب پڑھ کر ان کے بشر ہونے کا ہی انکار کر ڈالا وہ بھی تاریکی میں ہے اور جس نے ان کی بشریت کا اقرار کر کے ان کو ٹھیک عام انسانوں کی صف میں لا کر کھڑا کر دیا وہ بھی مقامِ رسالت سے بڑا بے بہرہ ہے۔

صحیح مقام | انبیاء علیہم السلام کا صحیح اور ٹھیک مقام یہ ہے کہ وہ بشر بلکہ سید البشر ہوتے ہیں۔ لیکن بشر ہونے کے باوجود وہ عام بشر سے نہ صرف یہ کہ روحانی کمالات ہی میں ممتاز ہوتے ہیں، بلکہ جسمانی اوصاف اور کمالات میں بھی ان کو گونہ گوں خصوصیات اور امتیازات حاصل ہوتے ہیں۔ اور عام انسانوں کے اجسام کی بنسبت انبیاء علیہم السلام کے اجسام میں بھی بعض جسمانی خواص عطا فرما کر عام انسانوں سے ان کو ممتاز کیا جاتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض خواص | قالبِ انسانی آپ کو بھی ملا، مگر وہ قالب جو منوّر ہے، پسینہ آپ کو بھی آیا مگر وہ پسینہ نہیں جو عام انسانوں کو آتا ہے اور دماغ کو متعفن کر دیتا ہے، بلکہ وہ پسینہ جو مشامِ جاں کو معطر کر دے۔ سوتے آپ بھی تھے مگر وہ نیند نہیں جو دل کو غافل کر دے بلکہ عین نیند کی حالت میں بھی آپ کا قلب مبارک دوسرے تمام بیداروں سے زیادہ بیدار رہتا تھا۔ یہاں تک کہ آپ کا خواب وحی ہوتا ہے۔ اور آپ کی نیند ناقص وضو نہیں ہوتی، دیکھتے آپ بھی تھے مگر عام انسانوں کی طرح صرف سامنے ہی کی چیزوں کو نہیں دیکھتے تھے بلکہ بعض اوقات پشت کی جانب سے بھی اسی طرح دیکھتے تھے جیسا کہ اپنے سامنے کی جانب سے، وفات کے بعد آپ کا جسم مبارک بھی دفن کیا گیا مگر آپ کے پورے کے پورے جسم کی ساخت کچھ ایسی امتیازی ہے کہ وہ زمین کے تخریبی اثرات سے بالکل محفوظ ہے۔

یوں تو ادویات کے ذریعہ سے اجسام کا بعد موت کے محفوظ رکھنا مصر کی عام صنعت تھی اور اسی صنعت کی بدولت آج عجائب گھروں میں ہزاروں سال کی لاشیں موجود نظر آتی ہیں، لیکن

انبیاء علیہم السلام کی جماعت چونکہ صنعت اجتبا و اصطفا کے ماتحت ہوتی ہے اس لئے بغیر کسی صنعت اور کسب و اکتساب کے ہی ان کے اجسام کی ابتدائی نہاد ہی میں اس حفاظت کا امتیاز رکھ دیا گیا ہے ۔

اب سوچئے کہ اگر انبیاء علیہم السلام کے جسم عنصری ہی میں کوئی امتیاز اور خصوصیت نہیں ہوتی تو جس غذا کے اثرات سے دوسرے جسموں کو متعفن پسینہ آتا ہے وہ ان کو کیوں نہیں آتا اور ان کے حواس کے ادراک کا دائرہ عام انسانوں سے بالاتر کیوں ہوتا ہے اور کیوں ان کی نیند عام انسانوں کی سی نہیں ہوتی، عام انسانوں میں غفلت کی نیند صحت کی علامت ہو، اور انبیاء علیہم السلام کے یہاں تیقظ کی نیند موجب کمال ہو۔ کیا اس سے یہ صاف ظاہر نہیں ہوتا کہ ان کے اجسام عنصریہ کی نہاد ہی کچھ عام اجسام سے نرالی ہوتی ہے۔

ان کمالات کے باوجود بھی وہ بشر ہی ہیں | مگر ان کمالات کے ہوتے ہوئے بھی انبیاء علیہم السلام کا قدم سر مو بشریت سے باہر گیا ہرگز نہیں، انبیاء علیہم السلام کے اجسام میں خواہ کتنی ہی خصوصیات ہوں مگر وہ پھر بھی جسم کی خصوصیات ہوں گی جو ان کے عام اجسام سے بالاتر ہونے کی دلیل تو بن سکتی ہیں، مگر جو ذاتِ عالی جسم و جسمانیات سے بھی بالاتر ہو۔ اور ان صفات و خصوصیات کی خالق ہے اور ان میں سے ہر صفت جس کے لئے نقص در نقص اور عیب در عیب ہے۔ بھلا اس کے ساتھ کوئی ادنیٰ سا اشتراک کیسے پیدا کر سکتی ہیں۔؟ جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کے منکر ہیں در حقیقت نہ تو ان کو بشریت کے کمالات سے آگاہی ہے نہ ہی خدائی صفات کا اندازہ ہے صحیح بات یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالاتِ بشریت کے اقرار سے خدائی توحید کو مکدر سمجھنا بھی غلطی ہے اور خدائی توحید کا کمال آپکے کمالاتِ بشریت کے انکار میں سمجھنا بھی غلط ہے۔ جو لوگ انبیاء علیہم السلام کو خدائی عظمت دے کر ان کو خوش کرنا چاہتے ہیں۔ وہ در حقیقت اس کی ناراضگی خرید رہے ہیں اور جو محروم القسمت انبیاء علیہم السلام کا ادب بھی نہیں جانتے وہ دراصل اپنے خدا کا غصہ مول لے رہے ہیں ۔

خدایا از تو می خواہم محمدؐ را   محمد از تو می خواہم خدا را

رسولوں کا تعارف لفظ رسول سے | رسولوں کے صحیح مقام کے سمجھنے کے لئے خود لفظ رسول سے زیادہ صحیح اور آسان کوئی اور لفظ نہیں ہے۔ اس لفظ سے محبت و عظمت کے وہ تمام تقاضے بھی پورے ہو جاتے ہیں۔ جو ایک کامل سے کامل انسان کیلئے فطرتِ انسانی میں موجزن ہوتے ہیں۔ اور عبد و معبود کی وہ ساری حدود بھی محفوظ رہتی ہیں جو کفر و ایمان کے درمیان خط فاصل ہو سکتی ہیں اسی لئے خدا تعالیٰ کے سب رسولوں نے اپنا تعارف اسی لفظ رسول سے پیش کیا ہے۔

اور آخر میں قرآن کریم نے سب سے افضل اور سب سے برتر رسول کا تعارف بھی جس لفظ میں پیش کیا وہ بھی لفظِ رسول ہے۔ ارشاد ہے محمد رسول اللہ، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں ــــ وما محمد الا رسول، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پیغمبر ہونے کے سوا الوہیت کا شائبہ نہیں رکھتے۔"

معلوم ہوا کہ یہ کلمہ ایسا پرعظمت کلمہ ہے کہ نبی الانبیاء کے تعارف کے لئے بھی اس سے زیادہ موزوں کوئی اور کلمہ نہیں ہے۔ الغرض رسول کیلئے جو جامع سے جامع لفظ اختیار کیا تھا وہ خود لفظِ رسول تھا۔ اور اسی لئے اذانوں میں خطبوں میں نمازوں میں جس لفظ کا بار بار اعلان کیا جاتا ہے وہ یہی لفظِ رسول ہے۔

وحدتِ ملی | رسول کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ وحدتِ ملی کا ایک مستحکم مرکز ہوتا ہے اس لئے اس کی ذات ایمان وکفر کا محور ہوتی ہے۔ یعنی اس سے وابستگی ایمان اور اس سے علیحدگی کفر کے نام سے موسوم ہوتی ہے۔ ہزاروں اختلافات رسول کی ذات سے وابستگی کے بعد وحدت واخوت کی شکل اختیار کر لیتے ہیں اور بہت سی جمعیتیں رسول کے دامن سے علیحدہ ہو کر صفتِ وحدت سے خالی ہو جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: واذکروا اذ کنتم اعداءً فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا۔ اور دوسری صورت کو ان الفاظ میں ارشاد فرمایا تحسبھم جمیعا وقلوبھم شتیٰ۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل عرب کے اختلافات کا تصور کیجئے اور نقطہ رسالت پر جمع ہونے کے بعد ان کی شانِ وحدت کو ملاحظہ کیجئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ وہ ہزاروں افراد یا تو ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے یا فردِ واحد کی طرح ایسے ایک جان ہو چکے تھے کہ مشرقی مسلمان کی تکلیف سے مغربی مسلمان کو وہی تکلیف محسوس ہوتی تھی جو ایک انسان میں ایک عضو کی تکلیف سے تمام اعضاء کو محسوس ہوتی ہے وہ ابھی یا تو اینٹوں کے ڈھیر کی طرح میدان میں بکھرے پڑے ہوئے تھے یا ایک ہی ساعت کے بعد ایک مستحکم تعمیر کی شکل میں منظم ومرتب تھے جس کی ہر اینٹ دوسری اینٹ سے مرتبط اور باعثِ استحکام تھی۔

جسطرح دیوار کی اینٹیں باہم بھی ایک دوسرے کیلئے باعثِ استحکام ہوتی ہیں اور چھت کا بوجھ بٹانے میں بھی برابر کی شریک رہتی ہیں۔ مسلمانوں کو بھی چاہئے کہ وہ باہمی اور قومی بوجھ کو اسی طرح تقسیم کر لیا کریں۔ اگر وہ ایسا کر لیں تو ان کا منتشر شیرازہ دنیا کے سامنے ایک مضبوط دیوار کیطرح بن سکتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ایمان وحدت واجتماع کی دعوت دیتا ہے اور کفر تخرب و تشتت کی۔
اسی لئے قرآن کریم نے جب صحابہؓ کے دورِ کفر کا نقشہ کھینچا تو اس کا جو پہلو سب سے زیادہ نمایاں فرمایا وہ انکی باہمی عداوت و تخریب تھا۔ پھر اسلام کے بعد جس نعمت، کا سب سے زیادہ احسان جتایا وہ ان کی باہمی وحدت اور محبت واخوت تھی۔ ایسی وحدت واخوت کہ اگرچہ ان کے قالبوں کے مابین مشرق و مغرب کا فاصلہ بھی ہوتا مگر پھر بھی وہ ایک دوسرے کی تکلیف کے احساس میں اتنے قریب ہوتے کہ مشرق کے ایک مسلمان کے پیر کے کانٹے کی چبھک مغرب کا رہنے والا مسلمان اپنے دل میں محسوس کرتا ان کا یہ رشتۂ محبت واخوت صرف مبالغہ اور محض ایک رنگ آمیزی نہیں، بلکہ ان کے احساسات کی صحیح ترجمانی ہے۔ ارشاد ہے:

واذکروا اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمته اخواناً۔	یاد کرو تم ایک دوسرے کے دشمن تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان ایسی محبت پیدا کر دی کہ محض اس کی مہربانی کی بدولت تم ایک دوسرے کے بھائی بن گئے۔

یاد رکھئے کہ آپ کا ایمان جتنا کامل اور مستحکم ہوتا چلا جائے گا اتنا ہی آپکا اتحاد اور قومی تعمیر بھی مستحکم ہوتی چلی جائے گی۔ اور جتنا اس میں نقصان پیدا ہوتا رہے گا، اسی قدر آپ کے اتحاد اور قومی تعمیر میں بھی ضعف پیدا ہوتا رہے گا۔
تعجب یہ کہ وحدت وافتراق کے جو بنیادی اسباب ہیں کم از کم مسلمان اس سے کیونکر غافل ہیں وہ جس مجمع میں اتحاد واخوت کی دعوت دیتے ہیں اس میں اصل رشتۂ ایمانی پر ضرب بھی لگاتے جاتے ہیں۔
دنیا کی تمام وحدتیں ملی وحدت کے سامنے ہیچ ہیں | وحدت قومی، وحدت ملکی، وحدت قبلیہ، وحدت نسب، اور اس کے سوا جتنی وحدتیں پیدا ہو سکتی ہیں وہ سب اسی حقیقی وحدت ملی کے سامنے ہیچ اور لاشئی ہیں۔ جب کبھی اس وحدت حقیقیہ کی دوسری وحدتوں سے ٹکر ہوئی تو دوسری تمام وحدتیں پاش پاش ہو کر مٹ گئیں اور صرف یہی ملت کی ایک مرکزی وحدت باقی رہ گئی۔
رسول ریاضت سے نہیں بنتے بلکہ وہ منتخب شدہ ہوتے ہیں۔ | جسطرح حکومت کا کوئی عہدہ اور منصب بڑی سے بڑی ڈگریاں حاصل کر کے بھی نہیں مل جاتا۔ اور جبتک حکومت کسی شخص کا خود انتخاب کر کے اس کو کوئی عہدہ اور منصب عطا نہ کر دے۔ اس وقت تک وہ اس عہدہ و منصب

پر فائز نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح رسالت بھی چونکہ ایک منصب اور عہدہ ہے، اس لئے یہ بھی کسی شخص کے عبادت و ریاضت سے ہی حاصل نہیں ہو جاتا اور نہ کسب و اکتساب سے اس منصب پر فائز ہوا جا سکتا ہے۔ بلکہ یہ دستِ قدرت کا براہ راست انتخاب ہوتا ہے جسے چاہے اس منصب کے لئے خدا تعالیٰ انتخاب فرما کر منصب رسالت پر مامور فرما دیتے ہیں۔

جسقدر رسول دنیا میں آئے آپ سب کی سیرت کا تفصیلی مطالعہ کر جائیے، ان کی زندگی کا ورق ورق لوٹ جائیے، مگر قرآن و حدیث سے کہیں ثابت نہ ہوگا کہ کسی شخص کو منصب رسالت اس کی ریاضت و عبادت کے صلہ میں عطا کیا گیا ہے۔ بلکہ جس کسی کو بھی خدا تعالیٰ نے یہ منصب عطا فرمایا ہے اسکو براہ راست اس منصب سے نواز دیا ہے۔ اس لئے کہ یہ منصب براہِ راست خدا تعالیٰ کے اصطفا اور انتخاب پر موقوف ہے۔ کسی کی ریاضت و عبادت اور کسب و اکتساب سے یہ منصب حاصل نہیں ہو سکتا۔

اللہ یصطفی من الملائکۃ رسلا ومن الناس۔	اللہ تعالیٰ فرشتوں میں اور انسانوں میں رسول اپنی ہی پسند سے بناتا ہے۔
اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ	یہ بات خدا ہی خوب جانتا ہے کہ اسے اپنا رسول کیسے بنانا ہے۔

رسالت وہبی ہے کسبی نہیں ہے | ان آیات سے معلوم ہوا کہ رسالت صرف وہبی ہے کسبی نہیں ہے۔ یعنی عبادات و ریاضات سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ نے جس میں چاہا نبوت و رسالت کی اہلیت رکھ دی۔ دوسری آیات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ منصب رسالت و نبوت جن خصوصیات کی بناء پر مرحمت ہوتا ہے ان کا علم بھی سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور کو نہیں ہوتا، اور ان کا انتخاب کوئی اور نہیں کر سکتا۔

غرضیکہ رسالت کا معاملہ رزق کی طرح صرف خدائی تقسیم پر موقوف ہے اس لئے جب کفارِ مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت میں اپنی رائے زنی شروع کی تو نہایت تحمیق کے لہجہ میں یہ کہہ کر ان کو خاموش کر دیا گیا ——— اھم یقسمون رحمت ربك نحن قسمنا بینھم معیشتھم یعنی نبوت و رسالت رزق کی طرح ربوبیت کا حق ہے۔ رزق کی تقسیم اس نے کسی کے حوالہ نہیں کی اپنے ذمہ رکھی ہے، تو نبوت کی تقسیم کو بھی ایسا ہی سمجھنا چاہئے۔

(باقی آئندہ)